مشائخ جبّن پور

(از مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، بمبئی)

دورِ ماضی میں دیارِ پورب کے جو قصبات و قریات معدنِ علم و فضل رہے ہیں، ان میں موجودہ ضلع اعظم گڈھ کے شمالی علاقہ میں پرگنہ سگڑی اور اس کے قرب و جوار کی بستیاں بھی شامل ہیں، خاص طور سے سگڑی، جبّن پور اور عظمت گڈھ مدتوں علم و فضل اور روحانیت و مشیخت کے گہوارے اور علماء و مشائخ کے مرکز رہے ہیں۔

راجہ اعظم خاں بانیٔ اعظم گڈھ کے بھائی راجہ عظمت خاں نے حدود ۱۶۶۵ء (۱۰۷۶ھ) میں عظمت گڈھ آباد کر کے یہاں اپنی حکومت قائم کی، اس کے بعد اس علاقہ میں علماء و مشائخ کی اچھی خاصی تعداد آباد ہو گئی۔ چنانچہ اس دیار میں رشید آباد، انجان شہید، علماء پور، چاندپار، علی پور، ظہیر الدین پور، رسول پور کرمینی، ابندول، جیراج پور، مہراج گنج، چاندپٹی وغیرہ مسلمانوں کی مشہور بستیاں آباد ہوئیں، جن میں علم و علماء کی رونق پیدا ہوئی۔

پرگنہ سگڑی مغل دورِ سلطنت میں سرکارِ جون پور میں شامل تھا، آئینِ اکبری میں اس کا نام سکڈی لکھا ہے، اور یہاں راجپوتوں کی آبادی بتائی گئی ہے[1]۔ آج بھی

---

[1] آئینِ اکبری ج ۲ ص ۷۴

یہ علاقہ راجپوتوں کا ہے جس میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہے، ان دنوں سگڑی چھوٹا سا گاؤں ہے جو تحصیل کا صدر مقام ہے۔

اس علاقہ میں اسلام کی روشنی آٹھویں صدی کے نصف اول میں پھیلی، حضرت شیخ اسد الدین بن شیخ تاج الدین آفتاب ہند ظفرآبادی متوفی ۷۹۵ھ رحمۃ اللہ علیہ نے دیار پورب کے کئی اہم مقامات میں جہاد کیا ہے، ان کے زمانہ میں علاقہ سگڑی کے ...... بناوانالی مقام میں راج بھر قوم کا ایک راجہ بڑا طاقتور اور سرکش تھا، شیخ اسد الدین نے اپنی جمعیت لے کر راجہ کو ظلم و سرکشی سے روکا اور دعوت اسلام دی، انکار کی صورت میں جنگ ہوئی اور چھ ماہ تک حرب و ضرب کا سلسلہ جاری رہا آخر میں راجہ نے اسلام قبول کر لیا، ماضی قریب تک یہاں مسجد موجود تھی، اور دیگر آثار پائے جاتے تھے [۱]

یہ علاقہ سیلابی ہے، اور کچھار، دوار کے نام سے مشہور ہے (پورب میں ضلع دلوریا کا نام اسی لفظ دوارہ سے مشتق ہے) اس کے شمال میں دریائے گھاگھرا مغرب سے مشرق کی طرف بہتا ہے، اور اعظم گڈھ، گورکھپور اضلاع کے درمیان حد فاصل ہے، اور اس کے جنوب میں دریائے ٹونس مغرب سے مشرق کی سمت بہتا ہے، اس کے جنوب میں چند فرلانگ کے فاصلہ پر قصبہ مبارک پور واقع ہے، نیز اس علاقہ کے اندر کیاڑ ندی بہتی ہے، اسی علاقہ سے جونپور کو گورکھپور سے ملانے والی قدیم شاہراہ گذرتی ہے، جس کے کنارے کنارے سراؤں اور مسجدوں کے قدیم آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔ اسی قدیم شاہراہ پر جیتن پور واقع ہے، اس کے مغرب میں سگڑی اور مشرق میں عظمت گڈھ واقع ہے۔ آخری دور میں اسی علاقہ میں علامہ شبلی، مولانا

---

[۱] چراغ نور صہ بحوالہ القاسم جلد ۲ نمبر ۷۔

سلامت جیراج پوری، ان کے صاحبزادے مولانا حافظ اسلم جیراج پوری، مولانا خدابخش نہراج گنجی اور مولانا عبدالسلام ندوی پیدا ہوئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس علاقہ میں زبردست جنگ ہوئی تھی، بابو کنور سنگھ اور رجب علی خاں اپنی فوج لے کر اعظم گڈھ پر حملہ آور ہوئے تو ایک انگریز افسر بلبی نے بنارس اور غازی پور سے تقریباً دو ہزار انگریزی فوج مع جنگی باجہ کے طلب کی اور شہر اعظم گڈھ میں جم کر مقابلہ ہوا۔ مولوی علی حسن فاروقی "واقعات وحادثات مبارک پور" میں لکھتے ہیں کہ مقابلہ کے بعد باغی فوجوں نے اعظم گڈھ کے شمال کا رخ کیا اور رہبولی کے باغ میں بندوقوں اور توپوں سے جانبین میں شدید ترین جنگ ہوئی، پھر اس کے آگے مقام مندوری (کپتان گنج) میں مقابلہ ہوا، آخر میں بگئی ڈانڈ میں جم کر آخری معرکہ ہوا۔ ان باغیوں سے موضع بگئی ڈانڈ متعلق پرگنہ سگڑی میں مقابلہ ہوا اور انگریزی فوج ان کے سدِ راہ ہوئی، باوجودیکہ باغیوں کو بھی دوسرا روز کھانا کھائے ہوا تھا، مگر جان پر کھیل کر وہاں سے نہ ہٹے، برابر جم گئے، اور صف آراستہ کر کے مقابل کھڑے ہوگئے پھر تو اس قدر جنگ و جدل کی آتش افروختہ ہوئی کہ کسی کو آسمان و زمین کی تمیز نہ تھی کہ ہم کہاں ہیں، اور فوج سرکاری میں جو جنگی باجہ بجتے تھے تو اس کی آواز پر سپاہیان سرکاری مست ہو کر اسی شعلۂ آتش میں اپنے کو جھونک دیتے تھے، اور پھر دس پانچ باغیوں کو قتل کر کے خود مظفر و منصور اپنے گڑھ میں واپس آتے تھے، المختصر وہاں سے مقام جین پور بلکہ عظمت گڈھ تک فوج بابو کنور سنگھ بھاگتے بھاگتے نابود ہوگئی اور بلبی صاحب بہادر مقام بگئی ڈانڈ سے مجروح ہو کر اعظم گڈھ پہونچے۔ ؎

؎ واقعات وحادثات مبارک پور ص۲۔

خانوادۂ میر سید سلام اللہ جلیّن پوری رح

یہ واقعہ بسبیل تذکرہ یہاں درج کر دیا گیا۔ اس دیار میں گیارہویں اور بارہویں صدی میں دو علمی اور روحانی خانوادے خاص شہرت رکھتے ہیں، ایک حضرت دیوان محمد رشید جونپوری رح کے خلیفہ ارشد حضرت میر سید قیام الدین سگڑوی رح متوفی ۱۱۲۸ھ کا خانوادہ، جو اپنے شیخ و مرشد کے حکم سے گورکھپور میں مقیم ہوئے اور ان کی اولاد رشد و ہدایت کا مینارۂ نور بن کر مدتوں فیض رساں رہی، اور دوسرا خاندان حضرت شاہ قطب قادری رح کے خلیفۂ برحق حضرت میر سید سلام اللہ جلیّن پوری کا جس نے ایک زمانہ تک اس علاقہ کو سرزمین چشت بناکر یہاں فیض جاری کیا، اس وقت اسی خاندان کے چند مشائخ کا ذکر مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا عبدالرحمن چشتی رح متوفی ۱۰۹۴ھ کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے اپنی کتاب "مرآۃ الولایت" میں حضرت شاہ عبدالجلیل لکھنوی متوفی ۱۰۱۶ھ کے خلفاء کے ذکر میں میر سید جلال الدین جلیّن پوری رح ان کے بھائی میر سید حامد جلیّن پوری رح میر شمس الدین جلیّن پوری رح اور بعض دوسرے اکابر کا حال لکھا ہے، اور ان کے حوالہ سے مولانا وجیہ اشرف لکھنوی رح نے اپنی عظیم و ضخیم کتاب "بحرِ زخار" میں ان بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے اور اسی سے میر سید سلام اللہ جلیّن پوری رح کی اولاد و احفاد کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلے ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، رسم الخط کی مشابہت کی وجہ سے بعض کتابوں میں جلیّن پور کو حسین پور لکھا گیا ہے، چنانچہ نزہۃ الخواطر میں میر محمد شفیع دہلوی رح کے ذکر میں ان کے مرشد سید جلال الدین کی نسبت "الحسین پوری" لکھی ہے[1] جو جلیّن پوری ہونی چاہیے۔ اسی طرح "سمات الاخیار" میں شیخ محمد ارشد جونپوری کے

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۱۹

بارے میں ہے کہ ایک مرتبہ وہ حسین پور سے جون پور تشریف لے جارہے تھے[1]، یہاں بھی جبین پور ہونا چاہیئے۔

میر سید جلال الدین جبین پوری

شیخ وجیہ اشرف لکھنوی نے میر سید جلال الدین جبین پوری کا ذکر ایک جگہ ضمناً اور دوسری جگہ مستقلاً کیا ہے۔ مولانا میر محمد شفیع دہلوی متوفی ۱۱۰۹ھ کے اپنے چچا میر محمد طاہر کے ساتھ میر سید جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے:

وہمراہ عم خود در خدمت مرجع اہل کمال میر سید جلال ساکن جبین پور ـ متصل عظمت گڈھ تعلقہ اعظم گڈھ کہ از مضافات جونپور واقع است کہ مریدآں حضرت شاہ عبد الجلیل لکھنوی بود۔ مرید شد[2]

میر سید محمد شفیع اپنے چچا کے ساتھ مرجع اہل کمال میر سید جلال ساکن جبین پور (متصل عظمت گڈھ تعلقہ اعظم گڈھ از مضافاتِ جونپور) کی خدمت میں آکر ان سے مرید ہوئے جو کہ شاہ عبد الجلیل لکھنوی کے مرید تھے۔

اس عبارت سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ میر سید جلال الدین کا وطن یہی جبین پور ہے جو ضلع اعظم گڈھ میں عظمت گڈھ سے متصل ہے، بعد میں ان کا مستقل تذکرہ ان القاب سے شروع ہوتا ہے: "آں سید سند ولایت، آں مفید ارشاد وہدایت، آں صوفی اہل کمال، فنا فی اللہ حضرت سید جلال، مردے بابرکت عظیم و

---

[1] سمات الاخیار صہ ۸۰

[2] بحر زخار قلمی صہ ۵۸۹ مملوکہ مولانا فصیح الدین صاحب جونپوری۔

جوانمردے با قدم مستقیم"۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ان کے آباد اجداد کربلا کے عالی نسب سادات میں سے تھے، اوران کے والد میر سید سلام اللہؒ شاہ قطب قادریؒ کے خلیفہ اور سجادہ مشیخت پر فائز تھے، "پدرش میر سید سلام اللہ خلیفہ شاہ قطب قادری مردے صاحب جاہ بہ سجادۂ مشیخت مستقیم بود"۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ان کا خاندان عراق سے نکل کر کب اور کیسے اس دیار میں آیا۔ نیز میر سید سلام اللہ اوران کے شیخ و مرشد شاہ قطب قادریؒ کے بارے میں مزید معلومات نہ ہوسکیں، بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود میر سید سلام اللہ یا ان کے آباء و اجداد میں سے کوئی بزرگ پہلے لاہور آئے تھے، میر سید محمد شفیع بن میر سید مقیم لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کے چچا میر سید محمد طاہر اپنے یتیم بھتیجے میر سید محمد شفیع اوران کی والدہ اور ہمشیرہ کو لے کر لاہور سے جونپور میں سرکاری ملازمت پر آئے تھے، اور اپنے بھتیجے کو جین پور لاکر میر سید سلام اللہ کے حلقۂ ارادت میں شامل کیا، بعد میں میر سید محمد طاہر لکھنؤ اور گورکھپور میں سرکاری خدمات پر مامور رہے، اور میر سید محمد شفیع اپنے دوسرے مرشد حضرت شاہ محمد لکھنویؒ کے حکم سے دہلی میں مقیم ہوئے، میر سید محمد طاہر کے میر سید محمد شفیع کو میر سید جلال الدین کی خدمت میں لانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات میں قدیم نسبی اور وطنی تعلق تھا ورنہ خود جونپور میں جہاں میر سید محمد طاہر رہتے تھے مشائخ اور اصحاب ارشاد و تلقین خاصی تعداد میں موجود تھے، نیز ان حضرات کے ناموں میں "میر سید" کا التزامی اضافہ اس کی تائید کرتا ہے۔

میر سید سلام اللہ کے دو صاحبزادے تھے، میر سید جلال الدین اور میر سید حامد دونوں بھائی شاہ عبدالجلیل لکھنویؒ کے حلقۂ ارادت میں آکر فقر و فنا کے مرتبہ کو پہونچے، ان کے روحانی ذوق و شوق کی بنا پر شاہ عبدالجلیل لکھنؤ سے جین پور کا سفر کرکے ان کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے تھے۔

وکمال سعادتمندئ الشان ازین جا
قیاس باید کرد کہ شیخ عبدالجلیل باآں
شان بے تعیینی و استغراق اکثر بجہت
تربیت و ارشاد در قصبہ سکھری (سگڑی)
تشریف می برد۔

ان کا کمال سعادتمندی اس سے معلوم
ہوسکتی ہے کہ شیخ عبدالجلیل باوجود
افکار و اشغال میں استغراق کے ان
کی تربیت و تعلیم کے لئے اکثر قصبہ سکھری
(سگڑی) تشریف لے جاتے تھے۔

شاہ عبدالجلیل کے انتقال ۱۰۱۶ھ کے بعد دونوں بھائی لکھنؤ گئے اور ان کے خلیفہ شیخ حسن صافؒ متوفی ۱۰۷۱ھ کی خدمت و صحبت میں کچھ دن ذکر مستفیض ہوئے پھر جلیس پور واپس چلے آئے، اس کے بعد میر سید حامد انتقال کرگئے اور میر سید جلال الدین نے دوبارہ لکھنؤ کا سفر کیا، اب کے بار چند ماہ شیخ حسن صافؒ کی خدمت میں رہ کر روحانی ذوق کو تسکین دی۔

شیخ عبدالرحمن چشتی لکھتے ہیں کہ یہ فقیر مصنف مرآۃ الولایت اس مرتبہ متعدد بار میر سید جلال الدین کی خدمت میں حاضر باشی سے مشرف ہوا، اس کے بعد وہ شیخ حسن صاف کی اجازت لے کر اپنے وطن جلیس پور واپس آئے، اور چند ماہ کے بعد یہیں فوت ہوئے، ان کی بزرگی، مہمان نوازی اور غریب پروری کے بارے میں لکھا ہے:

وے بزرگ مہمان دوست بود
خدمت فقراء برائے اخلاص می نمود[1]

وہ بڑے مہمان نواز اور فقراء کی
خدمت میں مخلص تھے۔

حضرت شاہ عبدالجلیل بن شیخ عمر صدیقی لکھنویؒ بیانہ کے رہنے والے تھے، دینی علوم خاص طور سے فقہ کے زبردست عالم تھے، کسی بزرگ کے مرید و خلیفہ نہیں تھے بلکہ اویسی طریقہ پر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بطریق روحانیت کسب فیوض

۱؎ بحر زخار ص ۱۰۳۴۔

کیا تھا، سلسلۂ چشتیہ میں بلند مقام و مرتبہ رکھتے تھے، شہر لکھنؤ کے باہر شیخ محمود قلندر کی مسجد میں مستقل طور سے قیام کر کے عبادت و ریاضت اور ارشاد و تلقین میں زندگی بسر کی۔ تصوف میں ان کی ایک کتاب "الاسرار الالہیۃ" ہے، جمعہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۰۴۶ھ میں فوت ہوئے۔[1]

شیخ حسن صاف بن مراد بن حیدر انبالوی، شیخ عبد الجلیل کے اعاظم خلفاء میں سے تھے، بیس سال کی عمر میں ہمراہ سہسرام جا رہے تھے، راستہ میں شاہ فیض قادری سادھوری متوفی ۹۹۲ھ سے فیض یاب ہوئے۔ اس کے بعد حضرت جلال تھانیسری متوفی ۹۸۹ھ کی خدمت میں رہے، اور ستائیس سال کی عمر میں شاہ عبد الجلیل کی خدمت میں رہ کر ان کے ہم رنگ ہو گئے۔ مرشد نے مسترشد کو صاف کے لقب سے نوازا شاہ عبد الجلیل کے سات خلفاء میں شیخ حسن صاف ان کے ساتھ رہ کر فقر و قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور ان کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین ہوئے، ۲۱ ذوالحجہ ۱۰۴۱ھ میں انتقال کیا۔[2]

یہی دونوں شیخ و مرید میر سید جلال الدین اور میر سید حامد کے شیخ و مرشد ہیں، شاہ عبد الجلیل دونوں بھائیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اکثر جبین پور آتے تھے اور دونوں بھائی شاہ حسن صاف کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوتے تھے۔

میر سید محمد شفیع دہلوی میر سید جلال الدین کے خاص مریدوں میں سے تھے، وہ علوم دینیہ کے مشہور صاحب درس عالم تھے، میر سید جلال الدین ان کی ارادت و بیعت کا تذکرہ صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی بحر زخار کے حوالہ سے کیا ہے:

---

[1] بحر زخار ص ۱۰۳۸۔

[2] " ص ۱۰۲۳۔ و نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۱۳۲۔

وبایع الشیخ جلال الدین الحسینی الحسین پوری (الجاین پوری)[۱]	انھوں نے شیخ جلال الدین حسینی جلین پوری سے بیعت کی۔

میر سید محمد شفیع بن میر سید محمد مقیم جیلی متوفی ۱۱۰۹ھ لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں جونپور آئے، بعض کتب درسیہ قاضی عبدالقادر لکھنوی سے پڑھیں، لکھنؤ ہی میں شاہ پیر محمد سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد علمائے جون پور سے تکمیل کی، اور شاہ پیر محمد کے حکم سے دہلی میں سکونت اختیار کی، شاہ پیر محمد کے انتقال کے بعد لکھنؤ آئے اور اپنے پیر بھائی شیخ غلام نقشبند گھوسوی لکھنوی کو پیڑی حکمت عملی سے اپنی جگہ شیخ ومرشد کا جانشین بنایا، صبح وشام درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے، دہلی میں ۱۱۰۹ھ میں انتقال کیا[۲]

میر سید جلال الدین کے قیام لکھنؤ کے دوران شیخ عبدالرحمن چشتی نے بھی ان سے فیض اٹھایا تھا۔ مولانا عبدالرحمن بن عبدالرسول عباسی علوی دیٹھوی نے اپنی کے علماء سے دینی علوم کی تکمیل کی، اس کے بعد شیخ حسن صاف خلیفہ شاہ عبدالجلیل لکھنوی سے طریقت حاصل کی، اور چالیس سال تک ان کی خدمت میں رہے، انھوں نے مشائخ چشتیہ کے حالات میں مرآۃ الاسرار، شیخ بدیع الدین مدار کے حالات میں مرآۃ المداری، سالار مسعود غازی کے حالات میں مرآۃ المسعودی، اور شاہ عبدالجلیل لکھنوی اور ان کے خلفاء کے حالات میں مرآۃ الولایت لکھی، نوے سال کی عمر میں ۷ شعبان ۱۰۹۴ھ میں فوت ہوئے[۳]

۱۔ نزہۃ الخواطر ج ۶، ص ۲۱۸۔

۲۔ دیار پورب میں علم وعلماء، ص ۲۰۶۔

۳۔ بحر زخار ص ۱۰۴۲۔

میر سید جلال الدین کے معاصرین و متعلقین میں دیوان محمد ارشد جون پوری متوفی ۱۱۱۳ھ بھی شامل تھے، جو دیوان محمد رشید جونپوریؒ صاحب رشیدیہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں اور جلین پور تشریف لا چکے ہیں۔ سمات الاخیار میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ حسین پور (جلین پور) پرگنہ سگڑی سے جونپور کو تشریف لے جا رہے تھے الخ[1] ان کی یہاں آمد میر سید جلال الدین اور میر سید حامد کے یہاں رہی ہوگی، ویسے بھی اس دیار میں ان کے خاندانی اور روحانی تعلقات تھے۔ میر سید قیام الدین ان کے والد دیوان محمد رشید کے خلیفہ تھے اور دیوان محمد ارشد کی دوسری شادی ان کے والد کے مرید و خلیفہ شیخ عبد اللطیف بن عبد الہادی مٹھن پوری (نواح نظام آباد) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ ان گوناگوں تعلقات کی وجہ سے اس زمانہ میں دیوان محمد ارشد کی آمد اس علاقہ میں زیادہ رہتی تھی۔

میر سید حامد جلین پوریؒ میر سید حامد بن میر سید سلام اللہ کا ذکر شیخ وجیہ اشرف نے ان القاب سے شروع کیا ہے: "آں سید واصل انوار وحدت، آں کاشف اطوار و اسرار حقیقت، آں محمود روزگار سزاوار، مجاہد عاشق میر سید حامد" ان القاب سے ان کے علوئے مرتبت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس کے مرآۃ الولایت کے حوالہ سے لکھا ہے:

از محبوب ترین یاران سلطان الافراد	وہ شاہ عبد الجلیل کے محبوب ترین
حضرت شاہ عبد الجلیل بود، بجمال	دوستوں میں سے تھے۔ ظاہری
صورت و کمال معنی آراستہ،	حسن و جمال اور باطنی فضل و کمال
عشقے نیکو و طبعے سلیم، و ہمتے بلند،	سے آراستہ تھے، روحانیت میں

---

[1] سمات الاخیار ص۹۹۔

و تواضع دلپسند داشت، درمیان یاران بتقریب محبت آنحضرت ممتاز بود۔	ذوق، طبع سلیم، بلند ہمتی اور تواضع کی صفات سے متصف تھے۔ مرشد کے احباب میں ان کی خصوصی توجہ کے امتیاز تھے۔

جس وقت شاہ عبد الجلیل پہلی بار لکھنؤ سے قصبہ سگڑی میں تشریف لائے، میر سید حامد چودہ سال کے تھے مگر بقول اے من سعد سعید فی بطن امہ (السعید من سعد فی بطن امہ) اسی صغر سنی میں شاہ عبد الجلیل سے منسلک ہو کر ان کے کمال عنایت و شفقت کے مستحق ٹھہرے، صورت یہ ہوئی کہ ایک دن شاہ عبد الجلیل خوش وقتی کے طور پر قصبہ کے باہر ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے، وہاں میر سید حامد بھی موجود تھے، اسی وقت ان کی اقبال مندی کا ستارہ بلند ہوا، اور تیر نشانہ پر یوں لگا کہ شاہ عبد الجلیل کی خصوصی توجہ نے ان کو شغل لاہوتی میں لگا دیا اور اس نوجوان کی صاحبزادگی فقر و غنا میں ملبوس ہو گئی، حقائق کے انکشاف سے ان پر بیخودی طاری ہو گئی، جب شاہ عبد الجلیل وہاں سے اٹھے تو میر سید حامد بھی اٹھے اور ایک پیر پر کھڑے ہو کر دوسرا پیر مرشد کے حکم سے زمین پر رکھا، اس واقعہ کے بعد اکثر بحر توحید میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ اسی حال میں دس سال تک شاہ عبد الجلیل کی خدمت میں رہ کر سلسلہ چشتیہ میں مرتبۂ کمال کو پہونچے اور ۱۰۱۶ھ میں مرشد کی وفات کے بعد مسند ارشاد و تلقین پر رونق افروز ہوئے اور روحانیت و مشیخت اور رشد و ہدایت میں شہرت و ناموری کے نقطۂ عروج پر پہونچے۔ جس شخص کی نظر ان کے جمال ولایت کا مشاہدہ کرتی وہ فریفتہ و منقاد ہو جاتا۔ شیخ حسن صاف اور میر سید حامد میں حد درجہ باہمی محبت تھی اور دونوں ایک دوسرے کا احترام و اعتراف کرتے تھے، میر سید حامد اپنے مرشد شاہ عبد الجلیل کی وفات کے بعد تلیس سال سے

زمانہ تک زندہ رہ کر فوت ہوئے[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ۱۰۳۶ھ کے بعد ہوا۔

میر سید شمس الدین جلیّن پوریؒ میر سید شمس الدین جلیّن پوریؒ بھی چشتی سلسلہ میں اپنے عہد و دیار کے مشہور بزرگ تھے۔ وہ میر سید جلال الدین اور میر سید حامد کے ہم خاندان، ہم مشرب، ہم مرشد اور ہم عصر، بحر زخّار میں ہے: "میر سید حامد و او ہم دگر یک جدی، وہم وطن بودند" ان کا ذکر ان القاب سے شروع ہوتا ہے: آن سید اہل کمال، آں دائم بمشاہدہ ذات ذوالجلال، آں فرزند حضرت شفیع المذنبین، اشرف المجاہدین، حضرت میر سید شمس الدین، مرد سے آزاد، و مرتاض جہاں دیدہ، وصحبت ہائے خشک و تر گذرانیدہ، از یاران محرم سلطان الافراد حضرت شاہ عبد الجلیل"

شیخ حسن صاف کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شاہ عبد الجلیل بنگالہ کی سیر و سیاحت سے واپسی پر راج محل ہوتے ہوئے ولایت بہار کی طرف روانہ ہوئے۔ میر سید شمس الدین اس حال میں ملے کہ ترک و تجرید کر کے گھر بار اور دنیاوی قیود سے آزاد ہو چکے تھے، راستہ ہی میں شاہ عبد الجلیل کے سلسلۂ بیعت وارادت میں داخل ہو کر ان کی عنایت و توجہات سے بہرہ مند ہوئے، اور چند دنوں میں سلوک کے منازل طے کر کے اپنے مرشد کے ہم رنگ ہو گئے۔

ایک مرتبہ مجلس میں سیر و سیاحت کا ذکر آیا تو میر سید شمس الدین نے مرشد سے سفر کی اجازت چاہی، انھوں نے فرمایا کہ اگر تم کو سیر و سیاحت کا شوق ہے تو طویل سفر کا ارادہ کرو، اور ولایت بالا کی طرف اشارہ کیا، میر سید شمس الدین

---

[1] بحر زخّار ص ۱۰۳۵۔

نے اسی وقت سیاحت صوری کے پردے میں سیاحت معنوی پر کمر باندھی اور سات سال تک متوکلانہ انداز میں عراقین، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، روم، شام، فرنگستان، اور دیگر ممالک کی سیاحت کی اور ہر طبقہ کے لوگوں کی صحبت اٹھائی، آخر میں بذریعہ کشتی ولایت گجرات میں آکر کچھ دنوں اس دیار کی سیر کی، واپسی پر اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت کی، لکھنؤ آئے تو دیکھا کہ شاہ عبدالجلیلؒ کا وصال ہو چکا ہے اور شیخ حسن صافؒ مسند خلافت پر متمکن ہیں، چند روز ان کے پاس رہنے کے بعد اپنے وطن جلین پور واپس آئے، اس پورے سفر میں ایک بزرگ حاجی نور اللہ ان کے رفیق سفر تھے۔

وطن واپس آنے کے بعد میر سید شمس الدین کی روحانیت و مشیخت اور علوئے مرتبت کا شہرہ اور مرجع خلائق بن گئے۔

در آخر کہ شہرت بسیار یافتہ و کمالات وے در ہر جا منتشر گشت۔	آخری دور میں انھوں نے بڑی ناموری پائی اور ان کے کمالات خوب پھیلے۔

حاجی نور اللہؒ کے بارے میں شیخ عبدالرحمن چشتیؒ نے لکھا ہے کہ یہ راقم الحروف ایک مدت تک ان کی صحبت سے فیضیاب ہوا ہے، حاجی نور اللہ موحّد اور آزاد مرد تھے، ظاہری و باطنی معاملات سے یکسو ہو کر ترک و تجرید کی زندگی بسر کرتے تھے۔ انھوں نے ہر مشرب کے بزرگوں سے فیض اٹھایا تھا اور کئی سلاسل و طرق سے نسبت رکھتے تھے، آخر عمر میں بحر توحید میں مستغرق رہا کرتے تھے، چند دنوں تک اس دیار میں مقیم رہ کر بنگالہ چلے گئے اور وہیں رحمت حق سے پیوستہ ہو گئے[1]

بظاہر حاجی نور اللہ اسی علاقے کے رہنے والے تھے، شاہ نور اللہ گورکھ نام

---

[1] بحر زخار، ص ۱۰۳۶۔

کے ایک بزرگ شاہ عبدالجلیل کے مریدین خاص میں سے تھے، ابتداء میں شیخ فتح اللہ جوکھ کی خدمت میں رہے پھر شاہ عبدالجلیل سے یوں وابستہ ہو گئے کہ ان کی وفات کے بعد چھ ماہ تک ان کے مرقد پر پڑے رہے پھر یہاں سے کوہ کمایوں کے اطراف میں چلے گئے اور اسی طرف انتقال کیا۔[۱]

شاہ لدّھا جیتن پوریؒ

شاہ لدّھا نامی ایک بزرگ کا مزار قصبہ جیتن پور میں ہے ان کے حالات اب تک معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی قبر ایک حظیرہ میں واقع ہے جس کے دروازے پر دو سطری کتبہ ہے، اس میں سنہ ۱۱۲۲ھ صاف نظر آتا ہے جو تاریخ وفات یا تاریخ تعمیر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ لدّھا گیارہویں اور بارہویں صدی میں تھے اور میر سید قیام الدین سگڑوی متوفی ۱۱۲۸ھ کے متقدم الوفات معاصر تھے۔ شاہ لدّھا بلگرامیؒ کا تذکرہ مولانا غلام علی آزادؒ نے مآثر الکرام میں کیا ہے، وہ دوسرے بزرگ ہیں۔

---

[۱] بحر زخار، ص ۱۰۳۴۔